رئیس احمد جعفری

اولاد کے حقوق والدین پر

والدین کے حقوق پر آیات قرآنی بھی شاہد ہیں اور احادیث نبوی بھی، اور احکام فقہی بھی، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ والدین کا اولاد پر جو حق ہے وہ اتنا عظیم اور اتنا بڑا ہے کہ کسی طرح سے اتر ہی نہیں سکتا۔ ماں باپ کی جتنی خدمت بھی کی جائے کم ہے۔ ان کی اطاعت واجب ہے۔ قرآن مجید میں وارد ہے،

ولا تقل لهما اف و لا تنهرهما وقل لهما قولا

یعنی ماں باپ سے اف تک نہ کرو، نہ ان سے درشت طرز عمل اختیار کرو۔ ان سے میٹھی باتیں کرو۔ اور یہ احکام صرف مسلم والدین کے لیے نہیں ہیں غیر مسلم والدین کو بھی یہی حقوق حاصل ہیں۔ اب اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ ان کے جذبات و احساسات کا پاس و لحاظ ہر حالت میں مدنظر رکھا گیا ہے۔ والدین کے حقوق کا مسئلہ ایک مستقل مضمون کا طالب ہے اس پر پھر کبھی گفتگو کی جائے گی اس وقت میں ایک دوسرے موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں یعنی والدین پر اولاد کے حقوق۔

اسلام حقیقی معنی میں دین فطرت ہے اس نے سب کے حقوق متعین کر دیے ہیں اور ان ارشادات کی روشنی میں کوئی بھی ظلم و جور کا شکار نہیں ہو سکتا۔

والدین پر اولاد کا ایک حق تو یہ ہے کہ وہ اس کی پرورش کریں، اس کی تربیت کریں، اسے زیور تعلیم سے آراستہ کریں، اس میں اسلامیت اور للہیت کا جذبہ پیدا کریں، اسے مذہب اور احکام کا پابند بنائیں۔ اس کے اخلاق کی صحیح بنیادوں پر تعمیر کریں، اس

کی سیرت اور شخصیت کو ایسے سانچے میں ڈھالیں کہ بجا طور پر مرد مومن کا اطلاق ان پر ہو سکے۔

لیکن یہ وہ حقوق ہیں جن سے عام طور پر والدین واقف ہیں اور کسی نہ کسی درجے میں انھیں ادا بھی کرتے ہیں۔

مگر اولاد کا ایک حق ایسا ہے جسے عام طور پر والدین نظر انداز کر دیتے ہیں اور وہ ہے اولاد کے مابین انصاف اور عدل کا برتاؤ۔ اسلام اس چیز پر بھی زور دیتا ہے اور جدید نفسیات کی روشنی میں اسلام کی یہ تعلیم فطرت سے قریب تر ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت حصین بن عامر روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر کو سر منبر یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے والدین نے کچھ عطیہ مجھے دیا۔ اس پر عمرہ بنت رواحہ (حضرت نعمان بن بشیر کی والدہ) نے کہا کہ میں تمہارے اس فعل پر اس وقت تک راضی نہیں ہو سکتی جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کے جواز کی) شہادت نہ دے دیں۔ میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی۔

"میں نے اپنے بیٹے کو جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہے کچھ عطیہ دیا لیکن اس نے مجھے مجبور کیا ہے کہ رسول اللہ! میں آپؐ کی تائید حاصل کر دوں۔

(یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے والد سے) پوچھا:

"کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو ایسا ہی عطیہ دیا ہے؟" (میرے والد نے جواب میں) کہا "جی نہیں!"

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) ارشاد فرمایا،

"اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے مابین عدل کرو!"

(یہ سن کر میرے والد) واپس آئے اور اپنا عطیہ واپس لے لیا۔

اولاد میں احساس کمتری اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ یہ دیکھے کہ اس پر اس کے

دوسرے بھائی یا بہن کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کی خواہش اور فرمائش کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ ناز و نعم کا زیادہ حصہ دوسروں کو ملتا ہے اور اسے محروم رکھا جاتا ہے۔ بالآخر یہ احساس بغاوت، سرکشی، خانہ بیزاری، والدین سے بے تعلقی اور کبھی کبھی نفرت اور انتقام کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

بے شک محبت پر کسی کا بس نہیں لہذا محبت میں عدل و انصاف کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کوئی گھر شاید ہی ایسا ہو جہاں ہر بچہ سے ماں باپ یکساں محبت کرتے ہوں۔ کسی کو ماں زیادہ چاہتی ہے کسی کو باپ۔ کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو ماں باپ دونوں کا زیادہ پیارا اور دلارا ہوتا ہے۔ یہ غیر اختیاری اور اضطراری فعل ہے۔ لہذا اس پر نہ احتساب کیا جا سکتا ہے نہ اعتراض۔ لیکن اعتراض، احتساب جس چیز کا کیا جا سکتا ہے وہ اولاد کے ساتھ غیر مساویانہ سلوک ہے۔ اور شرع نہ صرف اسے جائز اور مباح نہیں قرار دیتی بلکہ اسے غیر مستحسن اور ناپسندیدہ قرار دیتی ہے اور کسی حالت میں بھی اسے گوارا نہیں کرتی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اسلام کا کوئی حکم حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہے۔ اولاد کے ساتھ غیر مساویانہ برتاؤ بھی اس ضمن میں آتا ہے۔ اس چیز نے بہت سے گھروں کو تباہ کر دیا ہے اور خانگی زندگی کو جہنم بنا دیا ہے۔ شروع شروع میں اس طرز عمل کے نتائج پورے طور پر سامنے نہیں آتے لیکن رفتہ رفتہ تلخیاں پیدا ہوتی ہیں، بڑھتی اور اختیار سے باہر ہو جاتی ہیں۔ اور جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے تو کچھ بنائے نہیں بنتا۔

اولاد کے ساتھ غیر مساویانہ اور غیر عادلانہ سلوک کا ایک نتیجہ تو یہ ہوتا ہے کہ گھریلو زندگی مستقل کشمکش اور نزاع کی آماجگاہ بن جاتی ہے اور دوسرا نتیجہ یہ نمودار ہوتا ہے کہ جو اولاد غیر مساویانہ اور غیر عادلانہ برتاؤ کا ہدف ہوتی ہے اس کی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں، اس کی زندگی ایک مستقل عذاب بن جاتی ہے۔

اس میں احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے جو ایک زندگی کو غارت اور تباہ و برباد

کر دینے کے لیے کافی ہے۔ جس سے وہ ایک فرد کو یا گھر کو یا خاندان کو نقصان نہیں پہنچتا بلکہ پورا معاشرہ کسی نہ کسی حیثیت میں اور کسی نہ کسی صورت میں متاثر ہوتا ہے۔ اس کے عواقب اور نتائج ایک شخص تک یا ایک کنبہ تک محدود نہیں رہتے بلکہ ان کی جڑیں پھیلتی ہیں اور بہت دور تک چلی جاتی ہیں۔ بعض اوقات ایک معمولی سی چیز جس کی بظاہر کوئی اہمیت نہیں ہوتی غیر معمولی ثابت ہوتی ہے اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے دور رس اور تباہ کن نتائج کی حامل ہوتی ہے۔ یہ معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔

ضرورت ہے کہ اس مسئلے پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے اور طرز عمل سے گریز کیا جائے جو غیر انسانی بھی ہے اور غیر اسلامی بھی۔ ہمیں اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے اور ہم اسلام کے احکام کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس پہلو پر بھی نظر رکھنی چاہیے اور کسی حالت میں اسے نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ اس میں دین کا بھلا بھی ہے اور دنیا کا بھی۔